© rasailojaraid.com

ہماری بھی درخواستیں وقتاً فوقتاً منظور کی گئیں اور وظیفہ میں بھی قدرے اضافہ ہو گیا لیکن ہمارے اہل خاندان اور ان کے متوسلین کی ضروریات میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے یہی وجہ تھی کہ لارڈ امہرسٹ کو جو معروضات بھیجی گئی تھیں اور جب ان معروضات کا دو ٹوک جواب مل گیا تو عالم مایوسی میں ہم اس اپیل پر مجبور ہوئے شہنشاہ کی عرضداشت میں اولین مطالبہ وظیفہ میں اضافہ تھا۔

۱۸۰۵ء میں شاہ عالم اور گورنمنٹ کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا اس کا حوالہ دیتے ہوئے بادشاہ نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس کی پہلی دفعہ کی رو سے عطا کئے گئے محال کی آمدنی کی کل رقم ان کو ملنا چاہئے جو تقریباً بتیس لاکھ تھی اور اس کے متعلق جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں سر چارلس مٹکاف نے یہی کہا تھا کہ یہ وہی رقم ہے جو ۱۸۰۵ء میں گورنمنٹ نے طے کی تھی اس میں گورنمنٹ کے کل اخراجات مع فوج شامل تھے۔ مٹکاف نے یہی کہا تھا کہ گورنمنٹ کا معاہدہ کرنے والے فریقین کی ذمہ داری کے عین موافق تھا اور اس معاہدہ کی عدم تکمیل معاہدہ کی اہم شرائط سے روگردانی کی بین مثال ہے۔

گورنر جنرل لارڈ امہرسٹ نے پنچیتر کے ایک مراسلہ میں یہ تسلیم کر لیا تھا کہ ابتداً گورنمنٹ کا یہ منشا تھا کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی کفالت کے لئے چند مخصوص محال دہلی کے جنوب و غرب میں مقرر کر دئے جائیں لیکن اس تجویز پر عمل نہ کیا جا سکا درحقیقت یہ بیان غلط تھا۔ بادشاہ نے اس امر پر زور دیا تھا کہ جب موعودہ محالوں کی آمدنی شاہی خاندان کی کم سے کم وقت سے زیادہ ثابت نہ ہوئی تو معاہدہ بالکل دوسری دفعہ [illegible] سے [illegible] تعینات کئے گئے تھے وہ بادشاہ کے مرحوم باپ کے حضور میں تمام اخراجات کی بچت پیش کر دیں لیکن جب یہ تمام اصل رقم سے زیادہ ہو جاتے تھے تو گورنمنٹ اس شرط پر

© rasailojaraid.com

پوری طرح عمل کرنا ناموزوں سمجھتی تھی۔ اور متصدیوں کو ان محالوں سے ہٹا دیتی تھی علاوہ ازیں کمپنی کے متعدد قوانین متعلقہ مفتوحہ و محروسہ علاقہ جات میں بادشاہ کی حقیقت کا اعتراف ان محالوں کے محاصل کے متعلق واضح طور پر موجود تھا اس میں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مرویہ مسلسل کئی سال سے تھا گورنمنٹ کا یہ دعویٰ تھا کہ لارڈ منٹو نے ۱۸۰۹ء میں جو فیصلہ کیا تھا اس کے بعد گورنمنٹ کے ماسبق ارادوں کی تنسیخ ہو جاتی ہے لیکن بادشاہ کی یہ دلیل تھی کہ یہ فیصلہ خود ہی ضمنی ہونے کے اعتبار سے بے اثر ہے اس کے علاوہ شاہی وظیفہ میں اضافہ کا دعویٰ محض افسانہ ہے۔ معاہدہ کی دوسری دفعات کی خلاف ورزی کا بھی حوالہ دیا گیا۔

المختصر بادشاہ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس محال سے کل محاصل کا مستحق میں ہوں جو ابتداءً شاہی خاندان کی کفالت کے لئے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ اور جس پر آنریبل کمپنی نے اس کے جائز مالک سے نکال کر خود قبضہ کر لیا ہے۔ شاہی خاندان کو جن رقوم سے محروم کر دیا گیا ان کو واپس کر دیا جائے اور ہم بادشاہ انگلستان سے اس بات کی ضمانت چاہتے ہیں کہ اس معاہدہ کی آئندہ سختی کے ساتھ پابندی کی جائے جن کی بناء پر شاہی وظیفہ کی اول رقم مقرر کر دی گئی ہے اور جس کی رو سے جمنا کے مغربی محال کے کل محاصل شاہی خاندان کے صرف میں آتے ہیں بشرطیکہ یہ محاصل مقررہ اقل رقم سے زائد ہوں۔ نیز صحیح رقم معلوم کرنے کے ذرائع کا فیصلہ ہمارا حق ہے

یہ بات انسانی طبیعت کے اندر داخل ہے کہ ایک فریق پر جو کام سپرد کیا جائے وہ بیٹھے ہی اور دوسرے فریق کو اس کی قربانیوں کا ثمرہ دیا جائے لہٰذا ہم اس کے لئے تیار ہیں کہ ہمارے حقوق کا فیصلہ کر دیا جائے تاکہ معاہدہ متعلقہ کا انتظام ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذمہ ہو۔ یا یا سیونس ہم کو ایک رقم ماہانہ ملے۔ موخرالذکر صورت میں محال کی کل آمدنی کو معیار قرار دیا جائے۔ اگر وہ تیس لاکھ سے کم نہ ہو تو ہم معاہدہ کی دفعات کی رو سے اپنے جملہ مطالبات کو تیس لاکھ سالانہ کی مقرر کردہ رقم کے بدلے نظرانداز کر دیں گے۔ ان باتوں کے علاوہ بادشاہ نے اس کا بھی یقین دلایا کہ حکام کے دل میں اگر یہ خدشہ ہو کہ شاید ہم کسی معاندانہ مقصد کے لئے روپیہ جمع کر رہے ہیں تو اس کے دفعیہ کے لیے ہم مقررہ رقم خزانہ شاہی میں رکھیں گے۔

بادشاہ کی دوسری شکایت مراسلات کے القاب میں تبدیلی کے متعلق تھی۔ بادشاہ کی شکایات بالکل حکومت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شکایات متعلقہ وظیفہ شاہی کے جواب میں انھوں نے سر چارلس مٹکاف کے متذکرہ بالا خیالات کا صرف حوالہ دینا ہی کافی سمجھا۔ آداب والقاب کو تبدیل کرنے کی وجہ گورنمنٹ نے یہ بتائی کہ لارڈ ہسٹنگز کے عہد میں گورنمنٹ کی مہر میں گورنر جنرل کا لقب فدوی خاص شہنشاہ دہلی تھا جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ گورنمنٹ بہ حیثیت رعایا اپنے آقا کو خطاب کرتی ہے اس لیے ایک نئی مہر کندہ کی گئی جس میں سے فدوی خاص کا لفظ اڑا دیا گیا اور مراسلات بند کر دیے گئے کیونکہ مارکوئس آف ہسٹنگز نے بادشاہ سے ملنے کے اور مباحثہ کی بجائے مراسلات کا بند کر دینا ہی بہتر سمجھا تاکہ بادشاہ سے مزید تلخی کی نوبت نہ آئے۔

معاملات متعلقہ اب تک اسی حالت میں رہے جب کہ لارڈ امہرسٹ کو از سر نو ان کو طے کرنے کا موقعہ ملا۔ یہ تو ہم پہلے دیکھ ہی چکے ہیں کہ بادشاہ سے مراسلات بند کر دینے کو بھی غلطی سمجھا تھا اس لئے لارڈ امہرسٹ بادشاہ کے اس خیال کو دور کرنے کے موقعہ کے منتظر تھے جب گورنر جنرل نے مغربی صوبہ جات کا دورہ کیا تو بادشاہ سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان سے ملنے کے خواہشمند تھے۔ چنانچہ ملاقات ہوئی۔ لارڈ امہرسٹ کو یقین تھا کہ اس ملاقات کو جو حیثیت دی گئی ہے وہ بادشاہ کے ساتھ قطع مراسلت کی تجدید کا بہترین موقع ہے لیکن ان کل باتوں کے بعد گورنمنٹ کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوئی کہ شہنشاہ کی شکایات ہی جزوِ اعظم قرار دیا گیا تھا گورنمنٹ نے اپنا فیصلہ ریذیڈنٹ کے ذریعہ بادشاہ کو بھیجا جس میں یہ معلوم کیا گیا تھا کہ بادشاہ سلامت نے کس بنا پر اس کو اپنی توہین قرار دیا ہے۔

بادشاہ نے وجوہ بتائے اور کہا کہ ملاقاتی کے آداب شاہی میں ترمیم ہم نے اس خوف سے منظور کر لی ہے کہ مبادا بُرے نتائج رونما ہوں۔ جیسا کہ لارڈ ہیسٹنگز کے ساتھ پیش آئے تھے۔

بادشاہ کو یہ بھی امید تھی کہ لارڈ امہرسٹ کی خواہشات کو پورا کرنے سے بادشاہ کی امیدیں بر آئیں گی۔ اس معاملہ میں ان کو سخت مایوسی ہوئی تھی۔

راجہ رام موہن رائے کے انگلستان کے سفر پر مختلف گوشوں سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی تھی اخبار "جان بل" نے ایک مضمون شائع کیا جس میں لکھا گیا کہ جو دستاویزات وہ انگلستان لے جا رہے ہیں سرکاری دفاتر سے رشوت دے کر حاصل کی گئی ہیں۔ جب راجہ رام موہن رائے کے علم میں آیا تو انھوں نے بھی گورنمنٹ سے احتجاج کیا اور اس معاملہ پر تحقیقات کا مطالبہ کیا اور انھوں نے یہ جتلا دیا کہ رشوت کا معاملہ بالکل بے بنیاد ہے۔ دہلی کے ریذیڈنٹ کو گورنمنٹ نے تحقیقات کے احکامات کیے جس کی رپورٹ میں ریذیڈنٹ راجہ رام موہن رائے پر کچھ ثابت نہ کر سکا اور اس سے رام موہن کا کردار اور بلند ہو گیا گورنمنٹ نے عدالت ڈائرکٹران میں اپنی رپورٹ بھیجی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چند روز کے بعد شاہی کے ولی عہد نے اپنے بھائی سلیم اور اپنے دربار کے چند امراء کی اس کے خلاف سازش کی شکایت کی جس میں رام موہن رائے کا بھی نام تھا شہزادہ نے گورنمنٹ کو لکھا کہ افضل بیگ نے کلکتہ پہنچتے ہی اپنی بدطینتی کا ثبوت پیش کیا اور ایک بنگالی راجہ رام موہن رائے سے اپنی پینگیں بڑھانی شروع کر دیں اس نے شہنشاہ کو اطلاع بھیجی کہ راجہ رام موہن رائے۔ دبیر الدولہ۔ خواجہ فرید الدین خاں مرحوم کا دوست تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ دبیر الدولہ کی حیات میں میں نے کبھی رام موہن رائے کا نام نہیں سنا اور نہ ان عرضیوں میں اس کا کبھی کوئی ذکر آیا جو دبیر الدولہ نے شہنشاہ کی خدمت میں گذاریں۔ اس لئے لازمی افضل بیگ نے جو خط دبیر الدولہ کی طرف سے منسوب کیا وہ خط در اصل جعلی تھا۔ یہ جعلسازی مرزا سلیم کے علم سے سوہن لعل۔ افضل بیگ اور رام موہن نے کی ہے۔ شہزادہ کے دل میں ان شبہات کا پیدا ہونا ملک کے سازشی لوگوں سے کچھ بعید نہ تھا لیکن راجہ رام موہن کے متعلق شاہزادہ کے شبہات محض فرضی تھے جس کا ثبوت بعد کے واقعات سے مل گیا۔ اس اثنا میں راجہ رام موہن رائے کو اس کی اطلاع مل گئی اور انھوں نے ایک خود دارانہ خط شاہزادہ کو لکھا جس میں انھوں نے اس بے بنیاد الزام پر مذمت کی۔ شاہزادہ کو راجہ رام موہن رائے کا یہ غیر متوقع طرز عمل سخت ناگوار گزرا اور انھوں نے گورنمنٹ سے شکایت کی۔

بہر حال اپنے کردار کی صفائی کے بعد راجہ رام موہن رائے جہاز "البنی" پر ۱۹ نومبر ۱۸۳۰ء کو انگلستان روانہ ہوئے۔ لارڈ ولیم بینٹنک کو اپنے الوداعی خط میں انھوں نے لکھا۔

"جس سے فیصلہ کر دیا ہے کہ گذشتہ سیکرٹری مسٹر سٹرلنگ کی بھی [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۵ / جنوری ۱۸۳۰ء اور دیگر وجوہ کی بنا پر میں عدالت ڈائرکٹران کے سامنے بحیثیت شہنشاہ اکبر ثانی کے سفیر کے نہیں جاؤں گا بلکہ ایک نجی حیثیت سے میں مطمئن ہوں کہ اپنی ذات کو اس خصوصی نوعیت سے علیحدہ رکھوں کہ جہاں پناہ کی خدمت اور جاں نثاری کے جو جذبات میں لے کر جا رہا ہوں اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی یہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ میری خدمات کو جن سیاسی شکوک اور رقابتوں کا خطرہ لاحق ہوتا ہے میں ان سے بری ہوں اور اس طرح کامیابی کا امکان اور قوی ہو جائے گا۔

۸ / اپریل ۱۸۳۱ء کو راجہ رام موہن رائے نے انگلستان کے ساحل پر قدم رکھا ان کی موجودگی سے انگلستان کے بلند خیال لوگوں کے دلوں میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی بیان کیا جاتا ہے کہ وزراء سلطنت نے شہنشاہ کے سفیر کی حیثیت سے ان کا استقبال کیا عدالت ڈائرکٹران کے ارکان نے راجہ رام موہن رائے کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کی بڑی تواضع کی راجہ رام موہن نے اپنی عرضداشت کو ڈائرکٹران اور بورڈ آف کنٹرول دونوں کی خدمت میں پیش کیا۔ کچھ عرصہ تک گفت و شنید ہوتی رہی چونکہ ارباب حل و عقد دوسرے امور میں منہمک تھے اس لئے عرصہ تک اس معاملہ کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ کورٹ آف ڈائرکٹران کا فیصلہ گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل ۱۲ / فروری ۱۸۳۲ء کو بھیج دیا گیا۔ شہنشاہ دہلی کا وظیفہ بڑھانے پر غور و خوض کے بعد کورٹ نے لکھا

ہماری یہ ہرگز منشا نہیں کہ ہم ان مختلف نکات کو زیر بحث لائیں جو اس مسئلہ کی تحریک کے سلسلہ میں پیدا ہوئے ہیں اور ایک حق بجانب اور منصفانہ فیصلے کے راہ میں حائل ہیں اور انھوں نے ۳ لاکھ روپیہ سالانہ کے اضافہ کو اس شرط پر منظور کر لیا کہ شہنشاہ دہلی کے ہر قسم کے دعوے اس کے بعد ختم ہو جائیں گے۔ اس اضافہ کی تقسیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کا اطلاق گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کے فیصلہ پر چھوڑ دیا گیا لیکن دوسرا مسئلہ بادشاہ کے آداب و القاب سے متعلق تھا اس پر کورٹ نے بالکل سکوت اختیار کیا ——

جب کورٹ کے فیصلہ کی اطلاع گورنر جنرل کے ایجنٹ متعینہ دہلی کو فوراً بھیج دی گئی تاکہ وہ بادشاہ کو مطلع کر دیں اگر وہ اس فیصلہ کو منظور کر لیں تو اپنی منظوری کے سلسلے میں ایک راضی نامہ لکھ دیں۔ ایجنٹ کو یہ ہدایت کی گئی کہ اضافہ کی رقم کو خاندان شاہی کے اراکین کے درمیان تقسیم کرنے کی مناسب تجویز اور طریقوں کے متعلق بتلائے اور ارکان شاہی کی فہرست مرتب کرنے کا حکم دیا گیا۔

کورٹ کا فیصلہ اکبر شاہ ثانی کو پسند نہ آیا انھوں نے اپنی رائے کا اظہار کرنے سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ان کو راجہ رام موہن رائے کے بیانات کا انتظار تھا جن کی کوششوں کا نتیجہ اس فیصلہ سے مختلف ہونے کی امید تھی۔ مگر گورنمنٹ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بادشاہ سلامت اضافہ سے انکار کر رہے ہیں اور اس لئے یہ اطلاع کورٹ کو بھیج دی گئی۔ اسی اثنا میں بادشاہ کو راجہ رام موہن رائے کا مراسلہ ملا۔ جس میں بادشاہ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے نہ منظور کریں۔ کیونکہ وہ کورٹ کے فیصلے سے راجہ مطمئن نہ تھے۔

راجہ پارلیمنٹ کے سامنے اس مسئلہ کو رکھنا چاہتے تھے اور گمان تھا کہ وہ انصاف حاصل کر کے بمبئی کا دعوے آئینگے مگر راجہ موصوف ہی کے دست اجل کا شکار ہوا بادشاہ کی ساری مساعی پر یک لخت پانی پھر گیا۔

اب ساری امید کا خاتمہ ہو چکا تھا اور قرضخواہ تقاضا کر رہے تھے مجبوراً بادشاہ اکبر شاہ ثانی نے کورٹ کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو مزید ہدایت کی کہ بادشاہ کی منظوری نیا نامہ عطیہ کی غیر مشروط طور پر حاصل کر کے انگلستان بھیج دی جائے۔

بادشاہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اضافہ اس وقت سے دیا جائے جبکہ گورنمنٹ کو بھی اطلاع موصول ہوئی تھی مگر جواب ملا کہ بغیر کورٹ کے حکم کے تعمیل نہیں کی جا سکتی شہنشاہ کی منظوری موصول ہوئی کورٹ آف ڈائرکٹران کو اس کی اطلاع دے دی گئی اور اس کے احکام کا انتظار ہونے لگا اسی دوران میں بادشاہ کی غیر مشروط منظوری اور تحریری راضی نامہ کے بعد ان سے ایک فہرست خاندان شاہی کی طلب کی گئی جن کے لئے یہ اضافہ منظور کیا گیا تھا مگر لطف یہ کہ وہ بھی مسترد کر دی گئی البتہ یہ ہوا کہ گورنمنٹ نے اپنی طرف سے ایک فہرست بھیجی جس میں بادشاہ اور ان کے شاہزادگان اور بیگمات کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا تھا یہ صورت بادشاہ سلامت کے نزدیک انتہائی نامنصفانہ تھی۔[1]

نوبت یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ نے اضافہ لینے سے قطعاً انکار کر دیا اور راضی نامہ کی واپسی چاہی اس سے پہلے بادشاہ نے گورنر جنرل کو اس فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کے لئے بمبئی راسد لکھا تھا لیکن بے سود معاملہ جہاں تھا وہیں رہا۔

وفات: جمعہ ۲۸ جمادی الآخر ۱۲۵۳ھ ۱۸۳۷ء کو بعمر ۸۲ سال قلعہ میں انتقال کیا۔

ان کے باپ کی طرح ان کی وفات پر بھی قلعوں پر سے توپخانہ سے ان کے اعزاز میں ۸۲ مرتبہ توپیں سر کی گئیں۔

اکبر شاہ کے عہد کے انگریزی عہدہ دار: ناظم الدولہ حسین صاحب بہادر جو سال امرائے دہلی کی

[1] دیباچہ بہادر شاہ ... مترجمہ مولوی سراج الحق ایم اے۔ صفحہ ...

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوست بھر سے پیمانہ پر کرتے اس کے بعد محفل رقص و سرود برپا ہوتی کسی نے اس کے وصف میں کہا ہے

نظم لعل در لب اس سیاہ | نقطۂ کن حدیں چہ سار یکیست
بہر خلق اسمت اد چو آب حیات | آب حیواں درون تاریکیست

جنرل اختر لونی کا بڑا دور دورا تھا یا کی پر نکلتے تھے آگے نقیب با لفاظ دولت زیادہ نواب نامدار سلامت بلند آواز کے ساتھ ہوتا جس جگہ اترتے تھے صدائے دولت شاد دشمن پائمال کی ہوتی تھی۔

مرشد اکبر شاہ ثانی

بیعت مولانا فخر الدین سے اکبر شاہ ثانی بیعت تھے

شجرۃ الانوار میں لکھا ہے

"حضرت ظل سبحانی محمد اکبر شاہ .... باعتقاد تمام مریداں فرزند رشید حضرت فخر صاحب گشتند لعبے فرزندان و متعلقان خود را نیز مرید کنانیدند"

سخاوت اکبر شاہ ثانی میں جہاں عشرت نوازی تھی وہاں سخاوت بے حد اعد غربا پرور کا کرتے تھے۔ بڑھاپے میں لینے دینے زیادہ تھے ایک دن حضرت سلطان جی کی فاتحہ خوانی کو گئے تھے وہاں پر سوار درگاہ میں پہونچے ایک درویش صورت شخص نظر پڑا اس نے بادشاہ سلامت کو دیکھتے ہی السلام علیکم کہا بجہت پیشانی سلام کا جواب دیا اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا انھوں نے بھی ہاتھ بڑھایا بیعت میں تحفے روان تھی کرہ میں داخل ہوا پھر ہی آگے پیچھے ہو گئے درویش نما شخص بیٹھا ہوا ہاتھ

© rasailojaraid.com

میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے جیسا بہ اصرار انگشتری ہیرے کی اتارنے کی کوشش کی بچہ
نے ہاتھ ڈھیلا کر دیا مگر خنگلی میں سے انگشتری اتری نہیں بلکہ خنگلی میں درد ہونے لگا
ہاتھ کھینچ لیا جراحت بعد حاضری دیگر فاتحہ خوانی کے بعد جلد لوٹ آئے ناظر کو حکم دیا ایک
ہزار روپیہ لے کر حضرت سلطان جی فوراً جاؤ اس شکل وصورت کا جو لڑکا ملے گا
اس کو میری جانب سے نذر کرنا ناظر حسب الحکم گیا وہ شخص رخصت ہو چکا تھا واپس
آکر بادشاہ سلامت سے عرض کیا وہ درویش کا پتہ نہ لگا بادشاہ نے کہا افسوس اس
کی قسمت میں نہ دس ہزار کی انگشتری تھی اور نہ ایک ہزار روپیہ خنگلی پر ورم آگیا تھا
تین چار روز اس کی تکلیف اٹھانی پڑی

مذہبی حالت اکبر شاہ ثانی کے زمانہ میں کامل طور سے اکثر شعائر اسلامی ختم ہو گئے تھے
مشرکانہ رسوم اور بدعات ساری جاری تھیں۔

نکاح کا طریقہ شرعی ختم ہو چکا تھا شاہ عالم کے عہد سے قلعہ میں بغیر نکاح ہوتے
تھے نہ وہاں قاضی کی ضرورت نہ نکاح خوان کی اور نہ کسی وکیل کی نہ ایجاب وقبول
کی محل میں ڈال لینے کا نام ہی نکاح تھا

[illegible] رسوم سنت ختان کی کیفیت [illegible] ہوتا تھا کہ [illegible]
آنے لگے تھے

[illegible] رسوم [illegible] کے مطابق [illegible]
[illegible]
کی [illegible] کے طفیل سے [illegible] اکبر شاہ ثانی [illegible]

[illegible]

حفظ سے بہرہ ظفر تھے ان کی نادر فرمائشیاں کچھ کم نہ تھیں۔

قلعہ میں قرآن شریف کے بجائے دیوان حافظ کی تلاوت ہوتی تھی۔ اس کی غزلیں گائی جاتی تھیں اس کے اشعار پر حال آتا۔ سارے قلعہ میں سورۂ یٰسین کا نام تازی سورہ رکھا گیا تھا کوئی یہ نام نہیں لیتا تھا۔[1]

ہر بیگم کا کمرہ طبلہ و سارنگی و بنت عنب کا گہوارہ تھا لطف یہ ہے کہ جو قلعے میں گیا شہزادیوں اور شہزادوں کے زمرے میں داخل ہو گیا ماما اصیلیں یہاں تک کہ کسبیاں بھی چند روز کے بعد شہزادیاں بن جایا کرتیں اس سے بڑھ کر یہ لطیفہ تھا کہ شہزادے جامع مسجد کی سیڑھیوں پہ جمع ہوتے اور رنگ برنگ کے ڈنڈے آپس میں لڑایا کرتے تھے۔[2]

شاہ عالم کے عہد سے تعزیہ داری کا زور تھا مرہٹوں کے تغلب و استیلاء سے مشرکانہ رسوم بہت جاری و ساری تھیں۔

بادشاہ اور ان کے اہل خاندان میں مذہب سے اتنا لگاؤ رہ گیا تھا سالانہ جامع مسجد کے تبرکات اکبر شاہ ثانی کے لئے قلعہ لیجائے جاتے انھیں آنکھوں سے لگایا جاتا اور خدام کو انعام و اکرام مل جاتا۔

شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ شاہ عبد الغنیؒ کے صاحبزادہ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کے پوتے تھے باپ اور چچا سے کم عمری میں فارغ التحصیل ہوئے جز ایک علم و فضل کا خورشید آفتاب درخشاں تھا۔ قوم کی حالت بگڑی ہوئی دیکھی اصلاح کا ارادہ کیا۔ بدعات و خرافات کے مٹانے کی ٹھانی اور آپ نے حقیقی اسلامی توحید کا نقشہ پیش کیا اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی معاشرت کی خرابیاں دکھائیں اور ارباب سجادہ کے [illegible] کو آڑے ہاتھوں لیا

---

[1] بجلی صفحہ ۹۰ [2] تذکرہ عالم ص ۲۵۲ و ۲۴۰ [illegible]

© rasailojaraid.com

عوام تو عوام علماء گھر بیٹھے مگر شاہ صاحب کی عملی زندگی نے ان کے لیے کامیابی کا راستہ کھول دیا۔ سکھوں کی چیرہ دستیاں بڑھی ہوئی تھیں اور ان کے مظالم کی کوئی حد نہ تھی اکبر شاہ ثانی میں سکت نہ تھی جو اس سیلاب کو روک سکتے۔

شاہ صاحب نے اپنے چچا سے مظالم کی داستانیں سنی تھیں اس زمانہ میں مولانا سید احمد بریلوی دہلی آ گئے شاہ صاحب آپ سے بیعت کی اور علماء کے مشورہ سے مجاہدین کے لشکر کی تیاری کرنی شروع کر دی ۱۲۴۱ء میں جہاد کے لئے روانگی عمل میں آئی۔ بھانیر۔ مالیر کوٹلہ۔ ممدوٹ۔ بھاولپور۔ حیدر آباد سندھ۔ جان گڑھ ہوتے ہوئے قندھار گئے۔ پھر کابل آئے درۂ خیبر سے پنجاب آئے راستہ میں امیر دوست محمد خاں کے بھائی نے بیعت کی اکوڑہ پر سردار بدھ سنگھ دس ہزار فوج لئے کھڑا تھا آپ نے اعلان نامہ دربار لاہور کے نام بھیجا بعد ازاں جنگ ہوئی سو سکھ مارے گئے ۲۷ مجاہدین شہید ہوئے۔ غرضکہ بہت سی جنگیں سکھوں سے متواتر ہوئیں مولانا عبدالحیٔ نے ۱۲۴۴ء میں بمقام پنجتار انتقال کیا۔

سکھوں سے مقابلہ تھا ہی اتمان زئی اور درانی آ پہنچے آئے جنگ ہیار میں سرحدیوں کو شکست دینے کے بعد مردان پر قبضہ کر لیا یار محمد خاں کے بھائی سلطان محمد خاں نے سید صاحب سے معافی مانگ لی اس کو پشاور عطا کیا مگر سلطان نے بے وفائی کی اور آپ بالاکوٹ معہ مجاہدین کے آ گئے مہاراجہ شیر سنگھ نے کثیر لشکر سے مقابلہ کیا اس میں شاہ اسمٰعیل اور سید احمد بریلوی شہید ہوئے راجہ شیر سنگھ نے ان شہدا کو اعزاز کے ساتھ دفن کیا۔ اس واقعہ کے بعد صرف ... غازی باقی تھے۔ شیخ ولی محمد پھلتی گروہ کے سردار مقرر ہوئے اور سرحد میں رہ گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باہمی دور شاہ اکبر شاہ کا تعلق علمی اعتبار سے بہت اچھا تو نہ تھا پر غنیمت تھا یہ مشہور ہے کہ شاہ کی طرف سے کوئی درسگاہ قائم نہ تھی نہ علماء کو پنشن قرار و وظائف دے جاتے پھر افسوسناک واقعہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں عہ روپیہ ماہوار نذرانہ پیش ہوتا یہی چھپٹی کسبی "شکر لب" کو تین سو روپیہ ماہوار دیے جاتے مگر دلی اس عہد میں خاندان شاہ ولی اللہ کی وجہ سے مرجع اہل علم بنا ہوا تھا حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ عبدالقادر، حضرت شاہ رفیع الدین کے درس جاری تھے دور دور سے طلباء علمی استفادہ حاصل کرنے آتے ان کی عمریں اختتام پر پہنچ گئی تھیں اس عہد میں صدر الصدور کے عہدے پر مولانا فضل امام خیر آبادی ممتاز تھے اپنے فرائض ملازمت کی ادائیگی کے بعد منتہی طلبا کو معقولات کا درس دیا کرتے۔ ایک طرف علوم نقلیہ اور دوسری طرف علوم عقلیہ کی اشاعت عام تھی یہ مشہور ہے کہ بادشاہ کی ناقدری سے اہل علم دلی چھوڑ چھوڑ کے لکھنؤ رام پور چلے گئے۔ مگر پھر بھی تھوڑے بہت علمی چرچے تھے مولانا فضل امام نے دلی میں "مرقات" لکھی اور "افق المبین" پر حاشیہ چڑھایا۔ اس کے علاوہ ان دنوں اردو شعر و شاعری کے بڑے چرچے تھے۔ بادشاہ سلامت کو بھی کچھ اس سے دل چسپی تھی خود بھی کہہ لیا کرتے شعاع تخلص تھا

دلی اس زمانہ میں آج کی ایسی دلی نہ تھی گو اجڑ گئی تھی بڑے بڑے صاحبان کمال مرہٹہ گردی سے عاجز آکر دلی چھوڑ گئے تھے اس پر بھی میر، سودا و درد کے نمونہ نے دلی کی آبرو بڑھائے رکھی۔ سید محمد میر اثر، حکیم قدرت اللہ قاسم۔

ے تذکرہ علمائے ہند مولوی رحیم بخش دہلوی صفحہ ۲۵۹

© rasailojaraid.com

حضرت نصیر الدین نصیر، میر نظام الدین ممنون دہلی جیسے شہر میں جن کا شاعری کا سکہ رائج تھا اکبر شاہ بادشاہ نے فخر الشعراء کا خطاب عطا کیا۔[1] ایسے ایسے ارباب کمال کا یہاں جمگھٹ تھا اور شاعری کا ہنگامہ گرم تھا۔ یہ ضرور ہے کہ لکھنؤ کی گنگا جمنی لہریں یہاں کے شعرا کو لبھا کر وہاں ہاتھ دھونے پہنچا دیتی تھیں مگر وضع دار لوگ دلی سے جانا عار سمجھتے تھے شیخ ابراہیم ذوق بھی اکبر شاہ کے عہد میں قصیدہ لے کر پہنچے ولی عہد ابو ظفر کے شاعری میں نگران بنے۔ اور قصیدہ کے صلہ میں خاقانی ہند کا خطاب عنایت ہوا

اکبر شاہ کا آخری عہد تھا اور مفتی صدر الدین خاں آزردہ مولانا فضل حق۔ مرزا غالب۔ حکیم مومن خاں مومن سے حضرات کی جوانی تھی ان حضرات کے کارنامے عہد ابو ظفر سے وابستہ ہیں

علامۂ عہد مولانا فضل امام فاروقی ابن قاضی ارشد بن قاضی صدر الدین ہرگامی [illegible] سید محمد لواد خیرآبادی تلمیذ رشید ملا کمال الدین گوپاموی سے اخذ علوم عقلیہ نقلیہ کیا۔

"بمنصب صدر الصدوری شاہجہاں آباد از سرکار انگریزی عزت و امتیاز داشت"[2]

میرزاہد رسالہ میرزاہد ملا جلال پر حاشیے لکھے

"در علوم عقلیہ سبقت ربودہ"[3]

پنجم ذیقعدہ [illegible] کو انتقال کیا۔[4]

۱۔ گل رعنا صفحہ ۱۸۱ ۲۔ غدر کے چند باغی ۱۲۸ ۳۔ ایضاً ۴۔ تذکرہ علمائے ہند صفحہ [illegible]
۵۔ ایضاً ۶۔ ایضاً

© rasailojaraid.com

مولوی کرم اللہ محدث دہلوی آپ اہل ہنود سے تھے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی کے دست حق پرست پر داخل اسلام ہوئے اور علوم اسلامیہ کی تکمیل کی خواجہ محمد دہلوی سے خرقہ خلافت پایا [illegible]ھ میں انتقال ہوا[1]۔

مولانا رشیدالدین خاں دہلوی ارشد تلامذہ مولانا رفیع الدین دہلوی سے تھے ابجد العلوم میں نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں

کان فاضلا جامعا من کثیر من العلوم الدرسیۃ[2]

مولوی رحمٰن علی تذکرہ علمائے ہند میں تحریر کرتے ہیں

"ذہن وقاد و طبع نقاد و در علم کلام کمالے وافر داشت"[3]

شوکت عمر یہ یادگار سے ہے [illegible]ھ میں انتقال کیا۔

مشائخ | حضرت مولانا شاہ ابو سعید متوفی ۱۲۵۰ھ - مولانا شاہ احمد سعید - مولانا شاہ عبدالغنی - شاہ محمد آفاق متوفی ۱۲۵۱ھ حاجی علاء الدین احمد پھلواری مولانا قطب الدین متوفی ۱۲۰[illegible]ھ - حضرت شاہ غیاث الدین متوفی [illegible]ھ -

سید شاہ صابر بخش چشتی ابن شاہ نصیر الدین ابن شاہ غلام سادات چشتی بعمر ۷۳ سال [illegible]ھ میں انتقال کیا دریا گنج میں مزار ہے

میران شاہ نالہ ابدال شیخ جلال الدین تھانیسری حریم مسجد فتحپوری کا ایک گنبد [illegible]ھ میں انتقال ہوا۔ شاہ جلال آپ کے سجادہ نشین تھے۔

مولانا محمد حیات پنجابی سید شاہ صابر بخش کی خانقاہ میں درس و تدریس کا مشغلہ تھا [illegible]ھ میں انتقال ہوا شاہ فدا حسین نبیرۂ خواجہ یوسف ہمدانی متوفی [illegible]ھ

---

[1] [illegible] کرم اللہ [illegible] [2] ابجد العلوم صفحہ ۹۲۷ [3] تذکرۂ علمائے ہند صفحہ ۶۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ متوکل حسین متوفی ۱۲۶۸ھ سید عسکری مجذوب مہر قلبی مجذوب شاہ عبدالنبی مجذوب

حکماء: حکیم صادق علی خاں ابن حکیم شریف خاں سرآمد حکمائے روزگار سے تھے اکثر اطبائے نامی ان سے نسبت شاگردی کے سرمایۂ اعتبار رکھتے ہیں۔

حکیم امام الدین خاں۔ حکیم غلام حیدر خاں۔ حکیم نصر اللہ خاں۔ حکیم فتح اللہ خاں۔

حکیم پیر بخش خاں فاروقی محمد اکبر شاہ کی پیشگاہ عنایت سے حکیم دوراں خاں کے خطاب سے مشرف تھے۔ حضرت صہبائی کے بھائی تھے۔

حکیم غلام حیدر خاں شاگرد حکیم شریف خاں ۱۲۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

یہ ہے اکبر شاہ ثانی کے عہد کی پوری تصویر۔

ہندوستان کی اسلامی تاریخ کے معلومات کا گنجینہ

ہندوستان کی بارہ سو سال کی اسلامی تاریخ کے معلومات جو منتشر طور پر پراگندہ ہیں ان میں سے کسی حصہ کو مرتب کرنے کے لئے، تاریخ، تفسیر و سوانح، تصوف، ملفوظات نثر و نظم کی قلمی و مطبوعہ کتابوں کے ہزاروں صفحات پڑھنے کی ضرورت ہے پھر بھی پوری کامیابی مشکل ہے مولانا حکیم سید عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ مصنف گل رعنا و تاریخ گجرات نے پچیس سال کے انہماک و محنت سے ان معلومات کو اپنے عربی تذکرہ مشاہیر ہند کی ۸ ضخیم جلدوں میں جمع کر دیا ہے۔ اس عظیم الشان کتاب کا جس کا نام "نزہۃ الخواطر" ہے پہلا حصہ جس میں پہلی صدی ہجری سے ساتویں صدی تک کے مشاہیر و اہل فضل کے حالات ہیں، خوبصورت عربی ٹائپ میں شائع ہو گیا ہے اس کتاب کے مطالعہ سے اپنے ملک اور اپنے اسلاف کی سوانح و تاریخ سے ناواقفیت کا وہ نقص دور ہو جاتا ہے جو علمی و دینی حلقوں میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ قیمت:- تین روپے۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ اسلام گوئن روڈ لکھنؤ

© rasailojaraid.com